تصنیف لطیف:

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

ازاحۃ العیب بسیف الغیب

(عیب کو دور کرنا غیب کی تلوار سے)

تصنیفِ لطیف: اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ عنہ

پیش کش:

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک

برائے:

www.alahazratnetwork.org

نام کتاب	:	ازاخة العیب بسیف الغیب
تصنیف	:	اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ عنہ
کمپوزنگ	:	راؤ فضل الٰہی رضا قادری
ٹائٹل و ویب لے آوٹ	:	راؤ ریاض شاہد رضا قادری
زیر سرپرستی	:	راؤ سلطان مجاہد رضا قادری

پیش کش:

www.alahazratnetwork.org

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک

E-mail: fikrealahazrat@yahoo.com

برائے:

www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسئلہ:۔

از مدرسہ دیوبند، سہارن پور مرسلہ یکے از اہلسنت نصرہم اللہ تعالیٰ بوساطت مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی سلمہ اللہ تعالیٰ۔

تسلیمات دست بستہ کے بعد گزارش ہے بندہ اس وقت وہاب گڑھ مدرسہ دیوبند میں مقیم ہے، جناب عالی! (یعنی جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی) جو باتیں آپ نے ان لوگوں کے حق میں فرمائی تھیں وہ سب سچ ہیں سرمو فرق نہیں، عید کے دن بعد نماز جمیع اکابر علماء وطلباء ورؤسا نے مل کر عیدگاہ میں بقدر ایک گھنٹہ یہ دعاء مانگی کہ "اللہ تعالیٰ جارج پنجم بادشاہ لندن کو ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے اور اس کے والد کی خدا مغفرت کرے۔" اور جس وقت جارج پنجم ولایت سے بمبئی کو آیا تو مبلغ 24 روپے کا تار برائے خیر مقدم یعنی سلامی روانہ کردیا، اور بتاریخ ۱۴ ذی الحجہ ایک بڑا جلسہ کردیا کہ جو چار گھنٹے مختلف علماء نے بادشاہ انگریز کی تعریف اور دعاء بیان کی اور خوشی کے واسطے مٹھائی تقسیم کیا اور عین خطبہ میں بیان کیا کہ امام احمد بن حنبل نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، امام احمد نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عمر کتنی باقی ہے؟ آپ نے پانچ انگشت اٹھائیں پھر برائے تعبیر محمد بن سیرین کے پاس آئے، انہوں نے فرمایا **خمس لا یعلمھا الا ھو** (مسند احمد بن حنبل، حدیث ابی عامر الاشعری، المکتب الاسلامی بیروت، ۴/۱۲۹و۱۶۴) (پانچ اشیاء ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا) تو معلوم ہوا کہ آپ مطلع علی الغیب نہیں۔ دوسرا ذوالیدین کی حدیث کو بیان کیا کہ آپ کو نماز میں سہو ہوگیا۔ جب ذوالیدین نے بار بار استفسار کیا اور آپ نے صحابہ سے دریافت کیا تو پھر نماز کو پورا کیا۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ آپ کے علم مشاہدہ میں نقصان ثابت ہوگیا علم غیب پر اطلاع تو ابھی دور ہے انتہیٰ۔ یہاں کے لوگ اس قدر بدمعاش ہیں کہ مولوی محمود حسن مدرس اول درجہ حدیث نے مسلم شریف کے سبق میں باب شفاعت کی اس حدیث میں کہ آپ نے جب تمام مسلمین کی شفاعت کی اور سب کو نجات دے دی مگر کچھ

لوگ رہ گئے یعنی منافقین وغیرہ، تو آپ نے ان کے واسطے شفاعت کی تو فرشتوں نے منع کردیا کہ تم نہیں جانتے ہو کہ ان لوگوں نے کیا کچھ کیا بعد آپ کے'' تو اس سے ظاہر ہوگیا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ'' ہر جمعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں'' یہ غلط محض افتراء ہے، علم غیب کا کیا ذکر، اللہ اکبر۔ ترمذی شریف کے سبق 172 صفحہ کے آخر میں ہے: ''ایک عورت کے ساتھ زنا ہوگیا اکراہ کے ساتھ، تو اس عورت نے ایک شخص پر ہاتھ رکھا آپ نے اس شخص کو رجم کا حکم فرمایا، پس دوسرا شخص اٹھا اس نے اقرار زنا کرلیا، پہلے شخص کو چھوڑا اور دوسرا مرجوم ہوگیا، آپ نے فرمایا تاب توبۃ (اس نے پکی توبہ کی)۔ اگر شخص ثانی اقرار نہ کرتا تو پہلے شخص کی گردن اڑا دیتے یہ اچھی غیب دانی ہے۔ ھذا کلہ قولہ (یہ سب اس کا قول ہے) اور ابھی وقتاً فوقتاً احادیث میں کچھ نہ کچھ کہے بغیر نہیں چھوڑتے اللہ اکبر معاذ اللہ من شرہ (اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے، اللہ کی پناہ اس کے شر سے۔)

الجواب

اللہ عزوجل گمراہی و بے حیائی سے پناہ دے، فقیر نے انباء المصطفیٰ ﷺ کے مختصر جملوں میں ان شبہات اور ان جیسے ہزاروں ہوں تو سب کا جواب شافی دیا مگر وہابیہ اپنی خرافات سے باز نہیں آتے، ''الدولۃ المکیہ'' اور اس کی تعلیق ''الفیوض الملکیہ'' میں بیان ابین ہے، میں پھر تذکرہ کردوں کہ ان شاء اللہ العزیز بار بار سوال کی حاجت نہ ہو اور ذی فہم سنی ایسے لاکھ شبہے ہوں تو سب کا جواب خود دے لے، فقیر نے قرآن عظیم کی آیات قطعیہ سے ثابت کیا کہ قرآن عظیم نے 23 برس بتدریج نزول اجلال فرما کر اپنے حبیب ﷺ کو جمیع ما کان و ما یکون یعنی روز اول سے آخر تک ہر شے، ہر بات کا علم عطا فرمایا، اور اصول میں مبرہن ہو چکا کہ آیات قطعیہ کے خلاف کوئی حدیث احاد بھی مسلم نہیں ہوسکتی اگرچہ سنداً صحیح ہو تو مخالف قرآن عظیم کے خلاف پر جو دلیل پیش کرے اس پر چار باتوں کا لحاظ لازم:

اول: وہ آیت قطعی الدلالۃ یا ایسی ہی حدیث متواتر ہو۔

دوم: واقعہ تمامی نزول قرآن کے بعد کا ہو۔

سوم: اس دلیل سے راساً عدم حصول علم ثابت ہو کہ مخالف مستدل ہے اور محل ذہول میں اس پر جزم محال اور وہ منافی حصول علم نہیں بلکہ اس کا مثبت و مقتضی ہے۔

چہارم: صراحۃً نفی علم کرے ورنہ بہت علوم کا اظہار مصلحت نہیں ہوتا اور اللہ اعلم یا خدا ہی جانے یا اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ایسی جگہ قطع طمع جواب کے لئے بھی ہوتا ہے اور نفی حقیقت ذاتیہ، نفی عطائیہ کو مستلزم نہیں، اللہ عزوجل روز قیامت رسولوں کو جمع کرکے فرمائے گا **ماذا اجبتم** تم جو کفار کے پاس ہدایت لے کر گئے انہوں نے تم کو کیا جواب دیا؟ سب عرض کریں گے **لا علم لنا** (القرآن الکریم ۱۰۹/۵) ہمیں کچھ علم نہیں۔

ان شبہات اور امثال کے رد کو بھی چار جملے بس ہیں، اور یہاں امر پنجم اور ہے کہ وہ واقعہ روز اول سے قیام قیامت تک یعنی ان حوادث سے جو لوح محفوظ میں ثبت ہے کہ انہیں کے احاطہ کا دعویٰ ہے، امور متعلقہ ذات و صفات وابد وغیرہ نامتناہیات سے ہو تو بحث سے خروج اور دائرہ جنون وسفاہت میں صریح ولوج ہے۔ ان جملوں کے لحاظ کے بعد وہابیہ کے تمام شبہات برباد ہوجاتے ہیں: **کشجرۃ خبیثۃ ان اجتثت من فوق الارض مالها من قرار** (القرآن الکریم، ۲۶/۱۴) جیسے ایک گندہ پیڑ کہ زمین کے اوپر سے کاٹ دیا گیا ہے اب اسے قیام نہیں۔) اب یہیں ملاحظہ کیجئے:

اولاً چاروں شبہے امر اول سے مردود ہیں ان میں کونسی آیت یا حدیث متواتر قطعی الدلالۃ ہے۔

ثانیاً دوسرا اور چوتھا شبہہ امر دوم سے دوبارہ مردود ہیں کہ ایام نزول کے وقائع ہیں یا کم از کم ان کا بعد تمامی نزول ہونا ثابت نہیں۔

ثالثاً دوسرا شبہہ امر سوم سے سہ بارہ اور تیسرا دوبارہ مردود ہے، شبہہ دوم میں تو صریح بدیہی یقینی ذہول تھا، نماز فعل اختیاری ہے اور افعال اختیاریہ بے علم وشعور ناممکن، مگر وہابیہ بدیہیات میں بھی انکار رکھتے ہیں **ذلک بانهم قوم یکابرون** (یہ اس لئے ہے کہ وہ حق کا انکار کرنیوالی قوم ہے) اور شبہہ سوم کا حل بھی ظاہر، روز قیامت

کا عظیم ہجوم، تمام اولین وآخرین وانس وجن کا اژدہام، لاکھوں منزل کے دور میں مقام اور حوض وصراط ومیزان پر گنتی شمار کی حد سے باہر، مختلف کام اور ہر جگہ خبر گیراں صرف ایک محمد رسول اللہ سید الانام علیہ وعلی آلہ افضل الصلوۃ والسلام، اس سے کروڑویں حصے کا کروڑواں حصہ ہجوم، کارہائے عظیمہ مہمہ اگر ایسے دس ہزار پر ہو جن کی عقل نہایت کامل اور حواس کمال مجتمع اور قلب اعلیٰ درجہ کا ثابت تو ان کے ہوش پراں ہوجائیں، آئے حواس گم ہوں، یہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ پاک ہے جس کی وسعت کے حضور عرش اعظم مع جملہ عوالم صحرائے لق ودق میں بھنگے کے مانند ہیں جیسے ان کا رب فرماتا ہے: الم نشرح لک صدرک (القرآن الکریم، ۱/۹۴) (کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔) پھر ان عظیم وخارج از حد کاموں کے علاوہ وقت وہ سہناک کہ اکابر انبیاء ومرسلین نفسی نفسی پکاریں، رب عزوجل اس غضب شدید کے ساتھ تجلی فرمائے ہو کہ نہ اس سے پہلے کبھی ہوئی نہ اس کے بعد کبھی ہو۔ پھر ایک ایک مسلمان انہیں اس سے زیادہ پیارا جیسے مہربان ماں کو اکلوتا بچہ، وہ جوش ہیبت وہ کام کی کثرت، وہ وفور رحمت، وہ لاکھوں منزل کا دورہ، وہ کروڑوں طرف نظر، سنکھوں طرف خیال، ایسی حالت میں اگر بعض باتیں ذہن اقدس سے اتر جائیں تو عین اعجاز ہے جس سے بالا صرف علم الٰہی ہے وبس ولکن الوھابیۃ قوم لا یعقلون (لیکن وہابی وہ قوم ہیں جنھیں عقل نہیں۔) اور اس پر صریح دلیل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام امت کا دکھایا جانا حضور اقدس علیہ السلام پر تمام امت کے اعمال برابر عرض ہوتے رہنا تو ہے ہی، جس پر احادیث کثیرہ ناطق۔ اگر چہ وہابیہ اپنی ڈھٹائی سے انکار کریں مگر سب سے زیادہ صاف صریح دلیل قطعی یہ ہے کہ آخر روز قیامت کچھ لوگوں کی نسبت یہ واقعہ پیش آنے کی حدیث کو بیان کون فرما رہا ہے؟ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی تو ارشاد فرما رہے ہیں اگر چہ اس ہجوم عظیم کارہائے خطیر میں ذہول نہ ہوتا، تو یہ واقعہ واقع ہی نہ ہوتا، تو اس وقت اتنے ذہول سے چارہ نہیں لیقضی اللہ امرا کان مفعول (القرآن الکریم، ۸/۴۴) (تاکہ اللہ پورا کرے جو کام ہونا ہے۔) ولکن الوھابیۃ قوم یفرقون (لیکن وہابی تفریق پیدا کرنے والی قوم ہے۔)

رابعاً پہلا شبہ امر چہارم سے دوبارہ مردود ہے کسی کی مقدار عمر ووقت موت اسے بتادینا غالب اوقات اکثر ناس کے لئے مصلحت دینیہ کے خلاف ہے تو ایسے مہمل سوال کے جواب سے اگر اعراض فرمایا اور حوالہ

بخدا فرمادیا، کیا مستبعد ہے۔

فائدہ:۔

انہیں جملوں سے ان چاروں شبہوں کے متعدد رد ہو گئے اب بتوفیقہٖ تعالیٰ بعض افادات ذکر کریں کہ وہابیہ کی کمال جہالت آفتاب سے زیادہ روشن ہو اور چاروں شبہوں میں یہ ایک پر چار چار رد ہو جائیں۔

فاقول وبالله التوفیق (چنانچہ میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔)

شبہ اولیٰ:۔

شبہ اولےٰ کے دو رد گزرے امر اول و چہارم سے، ثالثاً حضرات علمائے وہابیہ کی جہالت تماشہ کردنی۔ امام احمد حنبل نے خواب دیکھا اور امام ابن سیرین سے تعبیر پوچھی، اے سبحان اللہ! جھوٹ گھڑے تو ایسا گھڑے، امام ابن سیرین کی وفات سے ساڑھے ترپن برس بعد امام احمد کی ولادت ہوئی ہے، ابن سیرین کی وفات نہم شوال ایک سو دس (۱۱۰ھ) کو ہے اور امام احمد کی ولادت ربیع الاول ایک سو چونسٹھ (۱۶۴ھ) میں۔ تقریب میں ہے:

> محمد بن سیرین ثقۃ ثبت عابد کبیر القدر مات سنۃ عشر ومائۃ. (تقریب التہذیب، ترجمہ ۵۹۶۶، محمد بن سیرین، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۲/۸۵)
>
> محمد بن سیرین ثقہ، ثبت، عبادت گزار اور بڑی قدر و منزلت والے ہیں، ان کا وصال ۱۱۰ھ میں ہوا۔

وفیات الاعیان میں ہے

> محمد بن سیرین لہ الید الطولیٰ فی تعبیر الرؤیا توفی تاسع شوال یوم الجمعۃ سنۃ عشر ومائۃ بالبصرۃ. (وفیات الاعیان، ترجمہ ۵۶۵ محمد بن سیرین، دار الثقافۃ بیروت، ۴/۱۸۲)
>
> محمد بن سیرین جو کہ خوابوں کی تعبیر میں کامل مہارت رکھتے تھے، نے شوال ۱۱۰ھ

بروز جمعہ بصرہ میں وفات پائی۔

تقریب میں ہے:

احمد بن محمد بن حنبل مات احدٰی واربعین ولہ سبع و سبعون سنۃ (تقریب التہذیب، ترجمہ ۹۶، احمد محمد بن حنبل، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱/۴۴)

امام احمد بن محمد بن حنبل نے ۲۴۱ھ میں وصال فرمایا جبکہ آپ کی عمر مبارک ۷۷ برس تھی۔

وفیات میں ہے:

الامام احمد بن حنبل خرجت امہ من مردوھی حامل بہ فولدتہ فی بغداد فی شھر ربیع الاول سنۃ اربع وستین ومائۃ (وفیات الاعیان، ترجمہ ۲۰، احمد بن حنبل، دارالثقافۃ بیروت، ۱/۶۴)

امام احمد بن حنبل کی والدہ ماجدہ مرو سے نکلیں جبکہ امام احمد ان کے شکم میں تھے، چنانچہ آپ کی والدہ نے آپ کو شہر بغداد میں ربیع الاول شریف ۱۶۴ھ میں جنا۔

مگر یہ کہیے کہ امام احمد علیہ الرحمہ نے جبکہ اپنے جد امجد کی پشت میں نطفے تھے یہ خواب دیکھا اور امام ابن سیرین نے **مافی الارحام** (جو رحموں میں ہے) سے بھی خفی تر غیب **مافی الاصلاب** (جو پشتوں میں ہے) کو جانا اور تعبیر بیان کی یوں آپ کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب دانی نہ ہوئی تو ابن سیرین کو علم غیب ہوا۔ یہ شاید حضرات وہابیہ پر آسان ہو کہ ان کو اوروں کے فضائل سے اتنی عداوت نہیں جو اصل اصول جملہ فضائل یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

لطیفہ جلیلہ:۔

دیوبندی علماء کی جہالت اپنے قابل ہے، ان کے اکابر کی ان سے بھی بڑھ کر ان کے قابل تھی۔ عالی

جناب امام الوہابیہ مولوی گنگوہی صاحب آنجہانی اپنے ایک فتوے میں اپنی داد قابلیت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:" حسین بن منصور کے قتل پر امام ابو یوسف شاگرد امام ابو حنیفہ جو کہ سید العلماء تھے اور سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جو تمام سلاسل کے مرجع ہیں، دونوں نے فتویٰ قتل کا دیا، بجا ہے" (حاشیہ: قتل پر قتل کا فتویٰ بھی قابل تماشہ ہے۔یعنی قتل کو قتل کیا جائے یا قاتل کو)

درفن تاریخ ہم کمالے دارند (فن تاریخ میں بھی کمال رکھتے ہیں) سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کی وفات پنجم ربیع الاول یا ربیع الاخر ایک سو بیاسی ہجری (۱۸۲ھ) کو ہے اور حضرت حسین بن منصور حلاج قدس سرہ کا یہ واقعہ ۲۳ ذی العقدہ ۳۰۹ھ (تین سو نو ہجری) میں، دونوں میں قریب ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) برس کا فاصلہ ہے مگر امام ابو یوسف کو غیب داں کہیے کہ اپنی وفات سے سوا سو برس بعد واقعہ کو جان کر حلاج کے قتل کا پیشگی فتوی دے گئے۔تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی میں ہے

القاضی ابو یوسف الامام العلامۃ الفقیہ العراقین صاحب ابی حنیفۃ اجتمع علیہ المسلمون مات فی ربیع الأخر سنۃ ثنتین و ثمانین و مائۃ عن سبعین سنۃ ولہ اخبار فی العلم و السیادۃ (تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ ۲۷۳، ۶/ ۴۲، ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱/ ۲۱۴)

قاضی ابو یوسف امام، علامہ، اہل کوفہ و بصرہ کے فقیہ اور امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔تمام مسلمان آپ پر متفق ہیں۔آپ نے ماہ ربیع الثانی ۱۸۲ ہجری کو ۲۹ برس کی عمر میں وصال فرمایا۔علم و سیادت میں ان کی متعدد خبریں ہیں۔

وفیات الاعلان میں ہے:

کانت ولادۃ القاضی ابی یوسف سنۃثلث عشرۃ ومائۃ وتوفی یوم الخمیس اول وقت الظھر لخمس خلون من شھر ربیع الاول

سنة اثنتین و ثمانین ومائة ببغداد. (وفیات الاعیان، ترجمہ ۸۲۴، قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، دارالثقافۃ بیروت، ۳۸۸/۶)

قاضی ابو یوسف کی ولادت ۱۱۳ھ کو اور وفات ۵ ربیع الاول ۱۸۲ھ بروز جمعرات بوقت اول ظہر بغداد میں ہوئی۔

اسی میں تاریخ شہادت حضرت حلاج میں لکھا:

یوم الثلثاء لسبع بقین وقیل لست بقین من ذی القعدہ سنة تسع و ثلثمائة (وفیات الاعیان، ترجمہ ۱۸۹، الحلاج حسین بن منصور، دارالثقافۃ بیروت، ۱۴۵/۲)

۲۳ یا ۲۴ ذوالقعدہ ۳۰۹ھ بروز منگل۔

سلطان اورنگ زیب محی الدین عالمگیر انار اللہ تعالیٰ برہانہ کی حکایت مشہور ہے کہ کسی مدعی ولایت کا شہرہ سن کر ان کے پاس تشریف لے گئے، اس کی عمر طویل بتائی جاتی تھی، سلطان نے پوچھا: جناب کی عمر شریف کس قدر ہے؟ کہا مجھے تحقیق تو یاد نہیں مگر جس زمانے میں سکندر ذوالقرنین امیر تیمور سے لڑ رہا تھا میں جوان تھا، سلطان نے فرمایا: علاوہ کشف وکرامات درفن تاریخ ہم کمالے دارند (کشف وکرامات کے علاوہ فن تاریخ میں بھی کمال رکھتے ہیں۔)

دیوبندی صاحبوں نے تو ترپن چون برس کا بل رکھا تھا جناب گنگوہی صاحب سوا سو برس سے بھی اونچے اڑ گئے، یعنی شملہ بمقدار علم۔ اس سنت پر قائم ہو کر اگر کوئی دیوبندی یا تھانوی حضرت گنگوہی صاحب کے تذکرہ میں لکھ دیتا کہ عالی جناب گنگوہیت مآب کو ابن ملجم نے غسل دیا اور یزید نے نماز پڑھائی اور شمر نے قبر میں اتارا تو کیا مستبعد تھا بلکہ وہ اس سے قریب تر ہوتا دو وجہ سے:

اولاً ممکن کہ اشتراک اسماء ہو، وفات گنگوہی صاحب کے وقت جو لوگ ان کاموں میں ہوں ان کے نام یہ ہوں۔

ثانیاً باب تشبیہ واسع ہے جیسے **لکل فرعون موسیٰ** (ہر فرعون کے مقابلے میں موسیٰ ہوتا ہے۔) مگر جناب گنگوہی صاحب کے کلام میں کہ امام ابو یوسف شاگرد امام ابو حنیفہ جو سید العلماء تھے کوئی تاویل نبتی نظر نہیں آتی سوا اس کے کہ اتنا عظیم جہل شدید یا حضرت امام پر اتنا بیبا کانہ افترائے بعید، **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز المجید.**

رابعاً بغرض صحت حکایت یہ معبر کی اپنی مقدار علم ہے ممکن ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر ہی بتائی ہو خواہ مجموع خواہ باقی۔ پانچ انگلیوں کے اشارے میں پانچ یا چھ دن یا ہفتے یا مہینے یا برس یا ساٹھ یا بہتر برس یا تیس سال دس مہینے گیارہ دن، یا اکتالیس سال چار مہینے گیارہ دن یا اکتیس سال چار مہینے چند دن بارہ احتمال ہیں۔ کیا دلیل ہے کہ خواب دیکھنے والے کی عمر اگر چہ بفرض غلط امام احمد ہی ہوں روز خواب سے آخر تک ان میں سے کسی مقدار پر نہ ہوئی، امام احمد کی عمر شریف ستتر (۷۷) سال ہوئی، اگر پانچ برس کی عمر میں خواب دیکھا ہو تو سب میں بڑا احتمال 72 سال ممکن ہے اور باقی زیادہ واضح ہیں، یا اصل دیکھئے تو امام احمد و امام ابن سیرین کا نام تو دیوبندیوں نے بنالیا، کیا دلیل کہ واقعی خواب دیکھنے کی ساری عمر چار احتمال اخیر سے کسی شمار پر نہ ہوئی خواب دیکھنے کی تاریخ اور دیکھنے والی کی تاریخ ولادت و تاریخ وفات یہ سب صحیح طور پر معلوم ہوئی اور ثابت ہوا کہ اس کی مجموعی عمر و باقی عمر کوئی ان میں سے کسی احتمال پر ٹھیک نہیں آتی، اس وقت اس کے کہنے کی گنجائش ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مقدار عمر ہی بتائی ہو معبر کو اس کے جاننے کی طرف راہ نہ تھی لہذا اپنی سمجھ کے قابل اسے غیوب خمسہ کی طرف پھر دیا، دیوبندیوں کو تو شاید اس اشارے میں یہ بارہ احتمال سمجھنے بھی دشوار ہوں حالانکہ وہ نہایت واضح ہیں اور ان کے سوا دقیق احتمال بھی تھے کہ ہم نے ترک کر دیئے۔

شبہ ثانیہ کے تین رد گزرے اور اول و دوم و سوم سے۔ **رابعاً** دیوبندیوں کی عبارت کہ آپ کے علم مشاہدہ میں نقصان ثابت ہو گیا علم غیب پر اطلاع تو ابھی دور ہے جس ناپاک و بے باک طرز پر واقع ہوئی اس کا جواب تو انشاء اللہ روز قیامت ملے گا مگر ان سفیہوں کو دین کی طرح عقل سے بھی مس نہیں، امر اہم و اعظم و اجل و

اعلیٰ میں اشتغال بارہا امر سہل سے ذہول کا باعث ہوتا ہے ایسی جگہ اس کے ثبوت سے ہی اس کا انتفا ہوتا ہے نہ کہ اس کی نفی پر استدلال کیا جائے، ولکن الوھابیۃ قوم یجلھون (لیکن وہابی جاہل قوم ہے)۔

شبہ ثالثہ کے دور دگزرے امر اول وسوم سے۔

ثالثاً یہ حدیث جس طرح دیوبندی نے بتائی صریح افتراء ہے، کہ نہ صحیح مسلم کہیں اس کا پتہ ہے۔

رابعاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اعمال امت پیش کئے جانے کو غلط ومحض افتراء کہنا غلط ومحض افتراء ہے۔ بزار اپنی مسند میں بسند صحیح جید حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

حیاتی خیرلکم تحدثون ونحدث لکم،ووفاتی خیرلکم و تعرض علی اعمالکم فما رأیت من خیر حمدت اللہ علیہ وما رأیت من شر استغفرت اللہ لکم (البحر الزخار المعروف بمسند البزار، حدیث ۱۹۲۵، مکتبۃ العلوم والحکم مدینۃ المنورۃ، ۳۰۸/۵و۳۰۹)

میری زندگی تمہارے لئے بہتر مجھ سے باتیں کرتے ہواور ہم تم سے باتیں کرتے ہیں۔ اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر تمہارے اعمال مجھ پر عرض کئے جائیں گے جب بھلائی دیکھوں گا پر حمد الٰہی بجا لاؤں گا اور جب برائی دیکھوں گا تمہاری بخشش چاہوں گا۔

اللھم صل وسلم و بارک علیہ صلوٰۃ تکون لکولہ رضاء ولحقہ العظیم اداء اٰمین.

اے اللہ! درود وسلام اور برکت عطا فرما آپ پر ایسا درود جو تیری اور ان کی رضا کا ذریعہ ہواور اس سے ان کے عظیم حق کی ادائیگی ہو، آمین۔

مسند حارث میں انس رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حیاتی خیرلکم تحدثون و نحدث لکم فاذا انامت کانت وفاتی خیرالکم تعرض علی اعمالکم فان رأیت خیرا حمدت اللہ وان رأیت شرا ذٰلک استغفرت اللہ لکم. (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ذکر ماقرب لرسول صلی اللہ علیہ وسلم من اجلہ، دارصادر بیروت، ۲/ ۱۹۴) (ف: حدیث کے مذکورہ بالا الفاظ طبقات ابن سعد میں بکر بن عبداللہ مزنی سے منقول ہیں)

میرا جینا تمہارے لئے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تمہارے نفع کی باتیں تم سے فرماتے ہیں جب میں انتقال فرماؤں گا تو میری وفات تمہارے لئے خیر ہوگی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے اگر نیکی دیکھوں گا حمد الٰہی کروں گا اور دوسری بات پاؤں تو تمہاری مغفرت طلب کروں گا۔

اللھم صل وسلم وبارک علیه قدررأفته ورحمة بامته ابدا اٰمین!

اے اللہ! آپ پر ہمیشہ اس قدر درود وسلام اور برکت نازل فرما جس قدر آپ اپنی امت پر مہربان ہیں، آمین!

ابن سعد طبقات میں اور حارث مسند میں اور قاضی اسمٰعیل بہ سند ثقات بکر بن عبدالبر مزنی سے مرسلاً راوی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حیاتی خیرلکم تحدثون ونحدث لکم فاذا انامت کانت وفاتی خیرالکم تعرض علی اعمالکم فان رأیت خیرا حمدت وان رأیت شرا استغفرت لکم (کنزالعمال بحوالہ ابن سعد عن بکر بن عبداللہ مرسلاً، حدیث ۳۱۹۰۳، موسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۱/ ۴۰۷) (الجامع الصغیر بحوالہ ابن

سعد عن بکر بن عبداللہ، حدیث ۳۷۱۷، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۲۲۹/۱)

میری حیات تمہارے لئے بہتر ہے، جونئی بات تم سے واقع ہوتی ہے ہم اس کا تازہ علاج فرماتے ہیں جب میں انتقال کروں گا میری وفات تمہارے لئے بہتر ہوگی تمہارے اعمال میرے حضور معروض ہونگے میں نیکیوں پر شکر اور بدی پر تمہارے لئے استغفار فرماؤں گا۔

اللھم صلی وسلم وبارک علیٰ ھذا الحبیب الذی ارسلته رحمت وبعثته نعمة وعلیٰ اٰله وصحبه عدد کل عمل وکلمة اٰمین!

اے اللہ تمام اعمال اور تمام کلمات کی تعداد کے مطابق درود وسلام اور برکت نازل فرما اس حبیب پر جسے تو نے رحمت اور نعمت بنا کر بھیجا ہے، آمین!

امام ترمذی محمد بن علی والد عبدالعزیز سے راوی، رسول ﷺ فرماتے ہیں:

تعرض الاعمال یوم الاثنین ویوم الخمیس علی اللہ تعالیٰ و تعرض علی الانبیاء وعلی الأبا والامھات یوم الجمة فیفرحون بحسناتھم و تزدادوجوھم بیضا ونزھةفاتقوااللہ تعالیٰ ولا تؤذوا موتاکم (نوادرالاصول، الاصل السابع والستون والمائۃ، دارصادر بیروت، ص۲۱۳)

ہر دوشنبہ وپنجشنبہ کو اعمال اللہ عزوجل کے حضور پیش ہوتے ہیں اور ہر جمعہ کو انبیاء اور ماں باپ کے سامنے وہ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کی نورانیت اور چمک بڑھ جاتی ہے، تو اللہ سے ڈرو اور اپنے مردوں کو بد اعمالیوں سے ایذا نہ دو۔

اللھم وفقنا لما ترضاہ ویرضاہ نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتزدادبہ وجوہ اٰبائنا وامھاتنا بیاضا واشراقا اٰمین۔

اے اللہ! ہمیں ایسے اعمال کی توفیق عطا فرما جن پر تو اور ہمارا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوش ہوں اوران سے ہمارے ماں باپ کے چہروں کی نورانیت اور چمک میں اضافہ ہو۔ آمین!

ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں انس رضی اللہ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اعمال امتی تعرض علی فی کل یوم جمعۃ، واشتد غضب اللہ علی الزناۃ (حلیۃ الاولیاء، ترجمہ ۳۵۸ عمران القصیر، دارالکتاب العربی بیروت، ۶/۱۷۹)

بے شک ہر جمعہ کے دن میری امت کے اعمال مجھ پر پیش ہوتے ہیں اور زانیوں پر خدا کا سخت عذاب ہے۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ)

امام اجل عبداللہ بن مبارک سیدنا سعید بن مصیب بن حزن رضی اللہ عنہم سے راوی:

لیس من یوم الاتعرض فیہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعمال امتہ غدوۃ وعشیۃفیعرفھم بسیماھم واعمالھم (کتاب الزہد، باب فی عرض عمل الاحیاء علی الاموات، حدیث ۱۶۶، دارالکتب العلمیۃ بیروت، الخمر الرابع، ص ۴۲)

کوئی دن ایسا نہیں جس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ان کی امت کے اعمال صبح وشام دو وقت پیش نہ ہوتے ہوں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں ان کی نشانی صورت سے بھی پہچانتے ہیں اوران کے اعمال سے بھی۔ صلی اللہ علیہ وسلم

تیسیر شرح جامع صغیر میں ہے:

وذلک کل یوم کماذکرہ المؤلف وعدہ من خصوصیاتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتعرض وعلیہ ایضامع الانبیاء والاباء یوم الاثنین و الخمیس (التیسیر شرح الجامع الصغیر، تحت الحدیث حیاتی خیرلکم، مکتبۃ الامام الشافعی ریاض، ۵۰۲/۱)

قالہ تحت حدیث ابن سعد المذکور . واللہ تعالیٰ اعلم .

رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے حضور میں پیشی تو ہر روز ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی نے ذکر فرمایا اور اسے حضور ﷺ کے خصائص سے گنا اور ہر دوشنبہ و پنجشنبہ کو بھی حضور ﷺ پر اعمال امت انبیاء و آباء کے ساتھ پیش ہوتے ہیں۔(یہ بات امام مناوی نے حدیث ابن سعد مذکور کے تحت فرمائی ہے۔اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔)

اس طور پر بارگاہ حضور میں اعمال امت کی پیشی روزانہ ہر صبح وشام کو الگ ہوتی ہے پھر ہر دوشنبہ و پنجشنبہ کو جدا، پھر ہر جمعہ کو ہفتہ بھر کے اعمال کی پیشی جدا۔ بالجملہ دیوبندیوں کا اسے غلط افترائے محض کہنا محض اسی بناء پر ہے کہ فضائل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جلتے ہیں، صحیح حدیثوں کو کیا مانیں جب قرآن عظیم ہی سے بچ کر نکلتے ہیں، اوندھے چلتے ہیں فبای حدیث بعد اللہ وا ٰیتہ یؤمنون (القرآن الکریم، ۶/۴۵)(پھر اللہ اور اس کی آیتوں کو چھوڑ کر کونسی بات پر ایمان لائیں گے۔)

شبہہ رابعہ کے دور گزرے امر اول و دوم سے۔

ثالثاً حدیث ترمذی، جس سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شدید اعتراض جمانا چاہا و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون (القرآن الکریم، ۲۲۷/۲۶)(اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔)اصول محدثین پر محل کلام اور اصول دین پر قطعاً حجیت سے ساقط ہے، ترمذی کے یہاں اس کے لفظ

یہ ہیں:

حدثنا محمد بن یحیی ثنا محمد بن یوسف عن اسرائیل ثنا سماک بن حرب عن علقمة بن وائل الکندی عن ابیه ان امرأة خرجت علیٰ عهد النبی صلی الله علیه وسلم ترید الصلوٰة فتلقاها رجل فتجللها فقضی حاجته منها فصاحت فانطلق ومر علیها رجل فقالت ان ذٰلک الرجل فعل بی کذا وکذا، ومرت بعصابة من المهاجرین فقالت ان ذاک الرجل فعل بی کذا کذا، افانطلقوا فاخذوا الرجل الذی ظنت انه وقع علیها فاتوها فقالت نعم هو هذا، فاتوابه رسول الله صلی الله علیه وسلم فلما امربه لرجم قام صاحبها الذی وقع علیها فقال یا رسول الله انه صاحبها فقال لها اذهبی فقد غفر الله لک، وقال للرجل قولًا حسناً وقال للرجل الذی وقع علیها ارجموه، وقال لقد تاب توبة لوتابها اهل المدینة لقبل منهم ،هذا حدیث حسن غریب صحیح وعلقمة بن وائل بن حجر سمع من ابیه وهو اکبر من عبد الجبار بن وائل وعبد الجبار بن وائل لم یسمع من ابیه .

(جامع الترمذی، ابواب الحدود، باب ماجاء فی المرأۃ اذا استکرھت علی الزنا، امین کمپنی دہلی، ۱/ ۱۷۵)

علقمہ بن وائل کندی اپنے باپ (وائل) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد اقدس میں ایک عورت نماز پڑھنے کے لئے نکلی تو اسے ایک مرد ملا جس نے اسے ڈھانپ لیا اوراس سے اپنی حاجت پوری کی وہ عورت چیخی

تو وہ شخص چلا گیا، ایک اور شخص اس عورت کے پاس سے گزرا تو اس عورت نے کہا کہ اس مرد نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے، اور وہ خاتون مہاجرین کی ایک جماعت کے پاس سے گزری اور کہا اس مرد نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے۔ وہ لوگ گئے اور اس مرد کو پکڑ لائے جس کے بارے میں اس خاتون نے گمان کیا تھا کہ اس نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے، جب وہ اسے خاتون کے پاس لائے تو اس نے کہا ہاں یہ وہی ہے۔ چنانچہ وہ اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس لے آئے، پھر جب آپ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا تو وہ شخص اٹھ کر کھڑا ہو گیا جس نے فی الواقع اس عورت سے زنا کیا تھا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس عورت سے فرمایا: جا اللہ تعالٰی نے تیری مغفرت کر دی، اور پہلے مرد سے اچھا کلام فرمایا اور دوسرے مرد جس نے حقیقۃً زنا کیا تھا کے بارے میں فرمایا کہ اس کو سنگسار کر دو۔ پھر فرمایا اس نے ایسی توبہ کی کہ اگر تمام اہل مدینہ یہ توبہ کرتے تو ان سے قبول کر لی جاتی۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ علقمہ بن وائل بن حجر نے اپنے باپ سے سماعت کی ہے اور وہ عبدالجبار بن وائل سے بڑے ہیں عبد الجبار نے اپنے باپ سے کچھ نہیں سنا۔

(۱) وائل رضی اللہ عنہ سے علقمہ کے سماع میں کلام ہے امام یحیٰی بن معین ان کی روایت کو منقطع بتاتے ہیں اور اسی پر حافظ نے تقریب میں جزم کیا، میزان میں ہے:

علقمۃ بن وائل بن حجر صدوق الا ان یحییٰ بن معین یقول فیہ روایۃ عن ابیہ مرسلۃ (میزان الاعتدال، ترجمہ ۵۷۶۱، علقمہ بن وائل، دارالمعرفۃ بیروت، ۱۰۸/۳)

علقمہ بن وائل بن حجر صدوق ہے مگر یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ اس کی روایت اپنے باپ سے مرسل ہے۔

تقریب میں ہے:

علقمة بن وائل صدوق الا انه لم یسمع من ابیه . (تقریب التہذیب ، ترجمہ ۴۷۰۰ علقمہ بن وائل، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱ / ۶۸۷)

علقمہ بن وائل صدوق ہے مگر اپنے باپ سے اس نے کچھ نہ سنا۔

(۲) پھر سماک بن حرب میں کلام ہے۔ تقریب میں ہے:

قد تغیر باخرہ فکان ربما یلقن (تقریب التہذیب، ترجمہ ۲۶۳۲ سماک بن حرب، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱/ ۳۹۴)

آخر عمر میں وہ متغیر ہو گئے تھے چنانچہ بسا اوقات انھیں تلقین کی جاتی تھی۔

امام نسائی نے اس کے باب میں یہ فیصلہ کیا کہ جس حدیث کے تنہا وہی راوی ہوں حجت نہیں۔ میزان میں ہے:

قال النسائی اذا انفرو اباصل لم یکن بحجة لانه کان یلقن فیتلقن (میزان الاعتدال، ترجمہ ۳۵۴۸، سماک بن حرب دارالمعرفۃ بیروت، ۲/ ۲۳۳) **اہ وقدا نقدا الحافظ علی الترمذی تصحیحاته بل و تحسیناته کما بیناه فی مدارج طبقات الحدیث وغیرھا من تصانیفنا.**

نسائی نے کہا جس حدیث میں علقمہ منفرد ہو وہ حجت نہیں کیونکہ انھیں بات سمجھائی جاتی تب وہ سمجھتے اھ حافظ نے ترمذی پر اس کی تصحیحات بلکہ اس کی تحسینات پر تنقید کی۔ جیسا کہ ہم نے اپنی تصانیف مدارج طبقات الحدیث وغیرہ میں اس کو

بیان کیا ہے۔

اور اس پر ظاہر کہ اس حدیث کا مدار سماک پر ہے۔

(۳) ابوداؤد نے یہ حدیث بعینہٖ اسی سند سے روایت کی اور اسی میں یہ لفظ لیرجم (کہ اسے رجم کیا جائے۔) جو منشاء اعتراض وہابی ہے، اصلاً نہیں۔ اس کی سند یہ ہے:

حدثنا محمد بن یحییٰ بن فارس نا فریابی نا اسرائیل نا سماک بن حرب عن علقمة بن وائل عن ابیه (سنن ابی داوٗد، کتاب الحدود، باب فی صاحب الحد یجیٔ فیقر، آفتاب عالم پریس لاہور، ۲/۲۴۵)

ہمیں حدیث بیان کی محمد بن یحییٰ بن فارس نے وہ کہتے ہیں ہمیں فریابی نے وہ کہتے ہیں ہمیں اسرائیل نے وہ کہتے ہیں ہمیں سماک بن حرب علقمہ بن وائل سے انھوں نے اپنے باپ سے حدیث بیان کی۔

اور محل احتجاج میں لفظ حرف یہ ہیں:

فقالت نعم هو هذا فاتوا به رسول الله صلی الله علیه وسلم فلما امر به قام صاحبها الذی وقع علیها فقال رسول الله انا صاحبها. (سنن ابی داوٗد، کتاب الحدود، باب فی صاحب الحد یجیٔ فیقر، آفتاب عالم پریس لاہور، ۲/۲۴۵)

اس عورت نے کہا ہاں یہ وہی ہے۔ چنانچہ وہ لوگ اس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ جب آپ نے اس کے بارے میں حکم دیا وہ شخص کھڑا ہوگیا جس نے فی الواقع اس عورت سے زناء کیا تھا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! میں نے اس کے ساتھ زناء کیا ہے۔

آخر میں ہے:

قال ابو داؤد رواہ اسباط حاط بن نصرا یضا عن سماک (سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب فی صاحب الحد یجئی فیقر، آفتاب عالم پریس لاہور، ۲/ ۲۴۶)

ابو داؤد نے کہا اس کو اسباط بن نصر نے بھی سماک سے روایت کیا ہے۔

یہاں امر بہ مطلق ہے ممکن کہ تحقیقات کے لئے حکم فرمایا یہ بھی سہی کہ بقدر حاجت کچھ سخت گیری کرو قید کرو کہ اگر گناہ کیا ہوا اقرار کرے کہ شرعاً متہم کی تعزیر جائز ہے۔ جامع ترمذی میں حسن بن معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ عنہ سے ہے:

حدثنا سعید الکندی ثنا ابن المبارک عن معمر عن بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حبس رجلا فی تھمة ثم خلی عنہ" قال الترمذی" وفی الباب عن ابی ھریرة حدیث بھز عن ابیہ عن جدہ حدیث حسن وقدروی اسمٰعیل بن ابراھیم عن بھر بن حکیم ھذاالحدیث اتم من ھذا واطول (جامع الترمذی، ابواب الدیات، باب ماجاء فی الحبس فی التھمة، امین کمپنی دہلی، ۱/ ۱۷۰) اہ قلت سند الترمذی حسن، علی وبھز وحکیم کلھم صدوق واشار الیہ من روایة اسمٰعیل بن ابراھیم فقدرواھاابن ابی عاصم فی کتاب العفو، قال حدثنا ابو بکر بن ابی شیبة ثنا ابن علیة عن بھز عن ابیہ عن جدہ ان اخاہ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال جیرانی علیٰ ما اخذوافاعرض عنہ فاعاد قولہ فاعرض عنہ وساق القصة قال فی اخرھا خلوالہ عن جیرانہ۔ (حدیث بالمفہوم سنن ابی داؤد، کتاب القضاء ۲/ ۱۵۵ومسند احمد بن

حنبل (۴/۵)

ہمیں حدیث بیان کی علی بن سعید کندی نے انھوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابن مبارک نے انھوں نے معمر سے انھوں نے بہزبن حکیم سے انھوں نے بواسطہ اپنے باپ اپنے دادا سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کسی تہمت میں محبوس فرمایا پھر چھوڑ دیا۔ اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کی۔ بہز کی حدیث بواسطہ اپنے باپ اپنے دادا سے حسن ہے۔ تحقیق اسمٰعیل بن ابراہیم نے بہز بن حکیم سے اس حدیث کو اتم و اطول روایت کیا ہے اھ۔ میں کہتا ہوں ترمذی کی سند حسن ہے، علی، بہز اور حکم تمام صدوق ہیں۔ اسمٰعیل بن ابراہیم کی روایت سے جس حدیث کی طرف ترمذی نے اشارہ کیا ہے اس کو ابن ابی عاصم نے کتاب العفو میں روایت کیا، کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر بن ابی شیبہ نے انھوں نے کہا، ہمیں حدیث بیان کی ابن علیہ نے انھوں نے بہز سے انھوں نے بواسطہ اپنے باپ کے اپنے دادا سے روایت کی کہ ان کے بھائی نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ میرے پڑوسی کس بنیاد پر پکڑے گئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے اعراض فرمایا، انھوں نے بات دہرائی، آپ نے پھر اعراض فرمایا، اور پورا قصہ بیان کیا۔ اس کے آخر میں ہے کہ آپ نے فرمایا اس کی خاطر اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دو۔

(۴) امام بغوی نے مصابیح میں یہ حدیث ذکر کی اور اس میں سرے دوسرے شخص کا جس پر غلطی سے تہمت ہوئی تھی قصہ ہی نہ رکھا، مصابیح کے لفظ یہ ہیں:

عن علقمة بن وائل عن ابیه ان امرأة خرجت علی عهد رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترید الصلوٰۃ فتلقاھا رجل فتجللھا فقضی حاجتہ منھا فصاحت صیحۃ وانطلق ومرت عصابۃ من المھاجرین فقالت ان ذٰلک فعل بی کذا او کذا، فاخذوا الرجل فاتوابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لھا اذھبی فقد غفر اللہ لک وقال للرجل الذی وقع علیھا ارجموہ وقال لقد تاب توبۃ لو تابھا اھل المدینۃ لقبل منھم (مصابیح السنۃ، کتاب الحدود، حدیث ۲۶۵۵، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۲/۱۱۲)

علقمہ بن وائل اپنے باپ وائل سے راوی ہیں کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں نماز کے ارادہ سے نکلی تو ایک مرد اسے ملا جو اس پر چھا گیا، اس نے عورت سے اپنی حاجت پوری کرلی، وہ چیخی تو وہ مرد چلا گیا، مہاجرین کی ایک جماعت وہاں سے گزری تو وہ عورت بولی کہ اس شخص نے مجھ سے ایسا ایسا کیا ہے۔ لوگوں نے اس شخص کو پکڑ لیا پھر اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عورت سے فرمایا تو جا تجھے اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے۔ اس شخص کے بارے میں فرمایا جو اس پر چھا گیا تھا کہ اسے رجم کردو، اور فرمایا یقیناً اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر یہ توبہ سارے مدینہ والے کرتے تو ان کی توبہ قبول ہوجاتی۔

یہ بالکل صاف اور بے دغدغہ ہے، مشکوٰۃ میں اسے ذکر کرکے کہا: رواہ الترمذی و ابو داؤد (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الحدود، الفصل الثانی، قدیمی کتب خانہ کراچی، ص ۳۱۲) (اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا۔)

(۵) اس لفظ ترمذی میں اصل علت یہ ہے کہ اگر کوئی عورت دھوکے سے کسی مرد پر زنا کی تہمت

رکھ دے اور حاکم کے حضور نہ وہ مرد اقرار کرے نہ اصلاً کوئی شہادت معائنہ گزرے تو چاردر کنار ایک گواہ بھی نہ ہو تو کیا ایسی صورت میں حاکم کو روا ہے کہ صرف عورت کے نام لے دینے سے اس کے رجم وقتل کا حکم دیدے، حاشا ہرگز نہیں، ایسا حکم قطعاً، یقیناً، اجماعاً قرآن عظیم وشریعت مطہرہ کے بالکل خلاف اور صریح باطل وظلم وخون انصاف ہے۔اس سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا، اور یہاں اسی قدر واقع تھا، ہمارے ائمہ کے یہاں مقبول ہے مگر انقطاع باطن باجماع علماء مردود و باطل ومخذول ہے اگرچہ کیسی ہی سند لطیف وصحیح سے آئے نہ کہ یہ سند بوجوہ محل نظر ہے۔سماک کے سوا اسرائیل میں بھی اختلاف ہے اگرچہ راجح توثیق ہے۔امام علی بن مدینی نے فرمایا اسرائیل ضعیف (میزان الاعتدال، ترجمہ ۸۲۰ اسرائیل بن یونس، دارالمعرفۃ بیروت، ۱/ ۲۰۹) (اسرائیل ضعیف ہے) ابن سعد نے کہا: منھم من یستضعفه (میزان الاعتدال، ترجمہ ۸۲۰ اسرائیل بن یونس، دارالمعرفۃ بیروت، ۱/ ۲۰۹) (ان میں سے بعض اسے ضعیف قرار دیتے ہیں) یعقوب بن شیبہ نے کہا: صالح الحدیث و فی حدیثه لین (میزان الاعتدال، ترجمہ ۸۲۰ اسرائیل بن یونس، دارالمعرفۃ بیروت، ۱/ ۲۰۹) (صالح الحدیث ہے اس کی حدیث میں کمزوری ہے۔) میزان میں ہے: کان یحیی القطان لایرضاه (میزان الاعتدال، ترجمہ ۸۲۰ اسرائیل بن یونس، دارالمعرفۃ بیروت، ۱/ ۲۰۹) (یحیٰی قطان اسے پسند نہ کرتے تھے۔) ابن حزم نے کہا: ضعیف، اوران کی متابعت کہ اسباط بن نصر نے کی، ان کا حال تو بہت گرا ہوا ہے، تقریب میں کہا:

صدوق کثیر الخطاء یغرب اھ (تقریب التھذیب، ترجمہ ۳۲۱، اسباط بن نصر، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱/ ۷۶)

صدوق ہے بہت خطا کرتے ہے نوادرات بیان کرتا ہے۔

اما ما حاول به التفصی عنه فی حامش نسخة الطبع اذقال " لعل المراد فلما قارب ان یامربه و ذٰلک قاله الراوی نظر الیٰ ظاهر الامر حیث انهم احضروه فی المحکم عند الامام والامام اشتغل بالتفتیش من حاله اھ (جامع الترمذی، باب الحدود، باب ماجاء فی المرأۃ اذا

اشتکرھت علی الزناء (حاشیہ) امین کمپنی دہلی، ۱/۱۷۵)

مطبوعہ نسخے کے حاشیہ میں محشّی نے یوں کہہ کر اشکال سے بچنے کا ارادہ کیا ہے کہ شاید مراد اس سے یہ ہو کہ جب آپ رجم کا حکم دینے کے قریب ہوئے اور راوی نے ظاہر امر کو دیکھتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ آپ نے رجم کا حکم دیا۔ اس لئے کہ لوگوں نے اس شخص کو امام کے پاس کچہری میں پیش کیا اور امام اس کے حال کی تفتیش میں مشغول ہوئے۔ اھ

فاقول لا یجدی نفعا ولایجدی نفعافان الاشتغال بالتفتیش لا یفھم قرب الامر بالرجم مالم یکن ھناک شئی یثبۃ وما ھناک شھود ولااقرار، وماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیامر بقتل مسلم من دون ثبت فیکف یظھر للناظر قرب الامر بالرجم رجما بالغیب بل نسبۃ مثل ھذا الفھم الرکیک الباطل الذی یترفع عنہ احاد الناس الی الصحابۃ رضی اللہ عنھم ثم ادعاء انھم اعتمدوا علیہ کل الاعتماد دحتی نسبوا الا مر بالرجم الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازراء بالصحابۃ وھو یرفع الامان عن روایاتھم، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

فاقول (تو میں کہتا ہوں) یہ کچھ نفع نہیں دیتا کیونکہ تفتیش میں مشغول ہونے سے رجم کا حکم دینے کے قریب ہونا نہیں سمجھا جاتا جب تک وہاں اس کو ثابت کرنے والی کوئی شے نہ پائی جائے، جبکہ وہاں نہ گواہ ہیں نہ اقرار اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر ثبوت کے کسی مسلمان کے قتل کا حکم نہیں دیتے تو ناظر پر محض تخمینے

سے امر رجم کیسے ظاہر ہوگیا، بلکہ ایسے باطل و رکیک فہم جس سے عام لوگ بھی منزہ ہوں کی نسبت صحابہ کرام کی طرف کرنا پھر یہ دعویٰ کرنا کہ انھوں نے اس پر مکمل اعتماد کرلیا اور امر رجم کو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا صحابہ کرام پر جسارت ہے اور یہ ان کی روایات سے امان کو اٹھا دے گا۔ بلندی وعظمت والے معبود کی توفیق کے بغیر نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی قوت ہے۔

رابعاً یہ سب علم ظاہر کے طور پر تھا اور علم حقیقت لیجئے تو وہابیہ کا عجب اوندھا پن قابل تماشہ ہے وہ حدیث کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیوب پر روشن دلیل ہے اس کو الٹی دلیل نفی ٹھہراتے ہیں۔ اللہ عزوجل نے ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو شریعت وحقیقت دونوں کا حاکم بنایا حضور کے احکام شریعت ظاہرہ پر ہوتے اور کبھی حقیقت باطنہ پر حکم فرماتے مگر اس پر زور نہ دیا جاتا۔ ابن ابی شیبہ وابویعلی وبزار وبیہقی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قال ذکروا رجلا عند النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فذکروا قوتہ فی الجھاد واجتھادہ فی العبادۃ فاذاھم بالرجل مقبل فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم انی لا جد فی وجھہ سفعۃ من الشیطان فلمادنی فسلم فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ھل حدثت نفسک بانہ لیس فی القوم احد خیر منک ؟قال نعم .ثم ذھب فاختط مسجد او وقف یصلی، فقال رسول اللہ ایکم یقوم فیقتلہ ؟فقام ابوبکر فانطلق ، فوجدہ یصلی، نھبت ان اقتلہ . فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایکم یقوم فیقتلہ ؟فقام عمر فصنع کماصنع ابوبکر. فقال رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ایکم یقوم فیقتلہ ؟فقال علی انا.
قال انت ان ادرکتہ فذھب فوجدہ قد انصرف فرجع .فقال
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ھذا اول قرن خرج فی
امتی لو قتلتہ ما اختلف اثنان بعدہ من امتی (دلائل النبوۃ للبیہقی ،باب
ماروی فی اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم ،الرجل الذی وصف الخ ، دارالکتب العلمیۃ
بیروت،۲ / ۲۸۷و۲۸۸)(مسند ابو یعلی عن انس،حدیث
۳۶۵۶و۴۱۱۳و۴۱۲۸، موسسۃعلوم القرآن بیروت،۴ / ۸تا
۱۰و۱۵۴و۱۵۵و۱۶۲)(کشف الاستارعن زوائدالبزار، کتاب اہل البغی ، باب
علامتہم وعبادتہم ،موسسۃ الرسالہ بیروت،۲/۳۶۰)

صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک شخص کی تعریف کی کہ جہاد میں ایسی قوت رکھتا ہے اور عبادت میں ایسی کوشش کرتا ہے، اتنے میں وہ سامنے سے گزرا ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اس کا چہرہ پر شیطان کا داغ پاتا ہوں ،اس نے پاس آکر سلام کیا،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دل کی بات بتائی کہ کیوں تو نے اپنے دل میں یہ کہا کہ اس قوم میں تجھ سے بہتر کوئی نہیں؟ کہا ہاں! پھر چلا گیا اور ایک مسجد مقرر کر کے نماز پڑھنے کھڑا ہوا،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ،کون ایسا ہے جو اٹھ کر جائے اور اسے قتل کردے؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گئے ، دیکھا نماز پڑھتا ہے، واپس آئے اور عرض کیا کہ میں نے اسے نماز میں دیکھا مجھے قتل کرتے خوف آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: تم میں کون ایسا ہے جو اٹھ کر جائے اور اسے قتل کردے؟ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ گئے اور نماز پڑھتا دیکھ کر چھوڑ آئے اور وہی عذر کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: تم میں کون ایسا ہے کہ اٹھ کر

جائے اور اسے قتل کردے، مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کی: میں۔ حضور نے فرمایا ہاں اگر تم اسے پاؤ۔ یہ گئے تو وہ جاچکا تھا۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا یہ میری امت سے پہلا سینگ نکلا تھا اگر قتل ہو جاتا تو آئندہ امت میں کچھ اختلاف نہ پڑتا۔

ابن ابی شیبہ وابویعلیٰ و بزاز بیہقی انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:۔

خدمت اقدس میں ایک شخص حاضر کیا گیا جس نے چوری کی تھی، ارشاد ہوا اسے قتل کردو، عرض کی گئی اس نے چوری ہی تو کی ہے۔ فرمایا: خیر ہاتھ کاٹ دو۔ پھر اس نے دوبارہ چوری کیا اور قطع کیا گیا، سہ بارہ زمانہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں پھر چرایا اور قطع کیا گیا، چوتھی بار پھر چوری کی اور قطع کیا گیا، پانچویں بار پھر چرایا، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیری حقیقت خوب جانتے تھے جب کہ اول ہی بار تیرے قتل کا حکم صادر فرمایا تھا تیرا وہی علاج ہے جو حضور ﷺ کا ارشاد تھا، لے جاؤ اسے قتل کردو۔ اب قتل کیا گیا۔

ابو یعلیٰ اور شاشی اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک میں، ضیائے مقدسی صحیح مختارہ میں محمد بن حاطب اور حاکم مستدرک میں بافادۂ تصحیح ان کے بھائی حارث بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قال اتی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلص فامر بقتلہ فقیل انہ سرق فقال اقطعوہ ثم جئی بہ بعد ذٰلک الیٰ ابی بکر وقد قطعت قوائمہ فقال ابو بکر ما اجدلک شیئا الا ماقضی فیک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم امر بقتلک فانہ کان اعلم بک فامر بقتلہ (کنز العمال، بحوالہ ع والشاشی طب ک ص، حدیث ۱۳۸۶۱، موسسۃ الرسالہ بیروت، ۵/۵۳۸)

کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک چور لایا گیا، آپ نے فرمایا: اس کو قتل کردو۔ عرض کی گئی کہ اس نے چوری ہی تو کی ہے۔ فرمایا: اس کا

ہاتھ کاٹ دو۔ پھر اسے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اس حال میں لایا گیا کہ اس کے تمام ہاتھ پاؤں کاٹے جاچکے تھے۔ تو آپ نے فرمایا: میں اس کے بغیر تیرا علاج نہیں جانتا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیرے بارے میں فیصلہ فرمایا تھا کہ اس کو قتل کردو وہ تیرا حال خوب جانتے تھے۔ چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔

صحیح مستدرک کے لفظ حارث بن حاطب سے یہ ہیں:

ان رجلا سرق علیٰ عهد رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فاتی به فقال اقتلوه فقالوا انما سرق، قال فاقطعوه ثم سرق ایضا فقطع ثم سرق علیٰ عهد ابی بکر فقطع، ثم سرق فقطع ،حتی قطعت قوائمه، ثم سرق الخامسة، فقال ابو بکر رضی الله تعالیٰ عنه کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اعلم بهٰذا احیث امر بقتله اذهبوا فاقتلوه . (المستدرک للحاکم، کتاب الحدود، حکایۃ سارق قتل فی الخامسۃ، دارالفکر بیروت، ۳۸۲/۴)

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں چوری کی اسے آپ کی بارگاہ میں لایا گیا آپ نے فرمایا: اس کو قتل کردو۔ عرض کی گئی اس نے چوری ہی تو کی ہے۔ فرمایا: اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ اس نے پھر چوری کی پھر قطع کیا گیا۔ زمانہ صدیقی میں پھر چوری کی پھر قطع کیا گیا، یہاں تک کہ اس کے تمام ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے۔ پانچویں مرتبہ اس نے پھر چوری کرلی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کا حال خوب جانتے تھے کہ آپ نے پہلی مرتبہ ہی اس کے قتل کا حکم صادر فرمایا تھا۔ اس

کو لے جاؤ اور قتل کردو۔

ظاہر ہے کہ ان دونوں کے قتل کا حکم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے علوم غیب ہی کی بناء پر فرمایا تھا ورنہ ظاہر شریعت میں وہ مستحق قتل نہ تھے۔ امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی سلمہ اللہ تعالیٰ خصائص کبریٰ شریف میں فرماتے ہیں:

باب ومن خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ جمع بین القبلتین والھجرتین وانہ جمعت لہ الشریعۃ والحقیقۃ ولم یکن للانبیاء الا احدھما بدلیل قصۃ موسیٰ مع الخضر" علھیما الصلوٰۃ والسلام" وقولہ انی علیٰ علم من علم اللہ لا ینبغی لک ان تعلمہ وانت علیٰ علم من علم اللہ تعالیٰ لا ینبغی لی ان اعلمہ وقد کنت قلت ھٰذا الکلام اولا استنباطا من ھٰذا الحدیث من غیران اقف علیہ فی کلام احد من العلماء ثم رأیت البدرین المصاحب اشار الیہ فی تذکرتہ ووجدت من شواھدہ وحدیث السارق الذی امر بقتلہ والمصلی الذی امر بقتلہ وقد تقدم فی باب الاخبآر بالمغیبات .

باب اور حضور پرنور ﷺ کے خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ دو قبلوں اور دو ہجرتوں کے جامع ہیں۔ اور یہ کہ آپ کے لئے شریعت وحقیقت کو جمع کردیا گیا۔ دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی میں یہ دونوں وصف جمع نہ ہوئے بلکہ وہ صرف ایک وصف کے ساتھ متصف ہوئے۔ اس کی دلیل سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ ہے۔ اور حضرت خضر علیہ السلام کا وہ قول کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا "میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے

علم کا حامل ہوں جسے جاننا آپ کو مناسب نہیں اور آپ کو منجانب اللہ ایسا علم عطا ہوا جس کو جاننا مجھے مناسب نہیں۔ (امام سیوطی فرماتے ہیں) میں پہلے یہ بات حدیث سے استنباط کر کے کہا کرتا تھا بغیر اس کے کہ میں اس بارے میں کسی عالم کے کلام پر مطلع ہوتا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ بدرین المصاحب نے اپنے تذکرہ میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور میں نے اس کے شواہد میں وہ حدیث پائی جس میں رسول اللہ ﷺ نے ایک چور کو قتل کرنے کا حکم دیا اور وہ حدیث کہ جس میں آپ نے ایک نمازی کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا، دونوں مذکورہ حدیثیں اس سے قبل ''الاخبار بالمغیبات'' کے باب میں گزر چکی ہیں۔

زیادۃ ایضاح لھٰذا الباب فقد اشکل فمھه علی قوم ولو تأملوا لا تضح لھم المراد بالشریعة الحکم بالظاھر وبالحقیقة الحکم بالباطن وقد نص العلماء علی ان غالب الا نبیاء علھیم الصلوٰۃالسلام انما بعثوا الیحکموا بالظاھر دون ما اطلعوا علیه من بواطن الامور وحقائقھا ولکون وبعث الخضر علیه السلام لیحکم بما اطلع علیه من بواطن الامور وحقائقھا ولکون الانبیاء لم یبعثوا بذٰلک انکر موسیٰ قتله الغلام وقال له" لقد جئت شیئا نکرا"لان ذٰلک خلاف الشرع فاجابه بانه امر بذاک و بعث به فقال" وما فعلته عن امری"(ذٰلک تاویل) وھذٰا معنی قوله له انک علی علم الیٰ اخره

اس باب کی مزید وضاحت: تحقیق لوگوں کو اس کے سمجھنے میں مشکل پیش آئی

اور اگر وہ غور و فکر کرتے تو مطلب واضح ہو جاتا کہ شریعت سے مراد ظاہری حکم اور حقیقت سے مراد باطنی حکم ہے۔ بیشک علمائے کرام نے اس بات کی تصریح فرمائی کہ اکثر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس لئے مبعوث ہوئے کہ وہ ظاہر پر حکم کریں نہ کہ امور باطنیہ اور ان کے حقائق پر جن سے وہ مطلع ہوئے۔ اور حضرت خضر علیہ السلام کی بعثت اسی پر ہے کہ وہ اس پر حکم دیں اور جو امور باطنیہ اور اس کے حقائق سے متعلق ہیں اور جس پر ان کو اطلاع و خبر ہے۔ چونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اس کے ساتھ بعثت نہیں ہوئی یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بچہ کے قتل پر اعتراض کیا جس کو حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا اور ان سے کہا "بیشک تم نے بہت بری بات کی" اس لئے کہ قتل نفس شریعت کے خلاف ہے، لہٰذا اس کا جواب حضرت خضر علیہ السلام نے دیا کہ انھیں اسی کا حکم دیا گیا ہے اور اسی کے ساتھ بھیجا گیا ہے، اور کہا کہ یہ قتل میں نے اپنے ارادہ سے نہیں کیا ہے اور یہی مطلب ان کے اس کہنے کا ہے جو کہ انھوں نے کہا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے علم کا حامل ہوں جسے جاننا آپ کو مناسب نہیں۔الخ

قال الشیخ سراج الدین البلقینی فی شرح البخاری المراد بالعلم التنفیذ والمعنی لا ینبغی لک ان تعلمه لتعمل به لان العمل به مناف لمقتضی الشرع ولا ینبغی ان اعلمه فاعمل بمقتضاه لانه مناف لمقتضی الحقیقة قال فعلی هذا لایجوز للولی التابع للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم اذا طلع علیٰ حقیقة ان ینفذ ذٰلک بمقتضی الحقیقة وانما علیه ان ینفذ الحکم

الظاھر انتھیٰ

شیخ سراج الدین بلقینی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں فرمایا کہ علم سے مراد حکم کا نافذ کرنا اوران کے اس کہنے کا مطلب یہ تھا کہ مناسب نہیں ہے کہ آپ اس کا علم حاصل کریں تا کہ آپ اس پر حکم نافذ کریں، کیونکہ اس پر عمل کرنا تقاضائے شریعت کے خلاف ہے، اور نہ یہ مناسب ہے کہ میں اسے حاصل کروں اور اس کے مقتضاء پر عمل کروں کیونکہ یہ بھی مقتضائے حقیقت کے منافی ہے۔ شیخ سراج الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اس قاعدے کے بموجب اس ولی کے لئے جائز نہیں ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تابع ہے کہ جب وہ حقیقت پر مطلع ہوتو وہ بہ مقتضائے حقیقت اس کا نفاذ کرے۔ بیشک اس پر یہی لازم ہے کہ حکم ظاہر کو نافذ کرے، انتہی

وقال الحافظ ابن حجر فی الاصابۃ قال ابو حبان فی تفسیرہ الجمھور علی ان الخضر نبی وکان علمہ معرفۃ بواطن اوحیت الیہ وعلم موسیٰ الحکم بالظاھر فاشار الیٰ ان المراد فی الحدیث بالعلمین الحکم بالباطن والحکم بالظاھر لا امر اخر.

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''الاصابہ'' میں فرمایا کہ ابوحبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر مین بیان کیا کہ جمہور اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں اوران کا علم ان امور باطنیہ کی معرفت تھی جس کی انھیں وحی کی گئی جبکہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ السلام کا علم ظاہر پر حکم لگانا تھا۔ حدیث میں دو علوم جن کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس سے مراد ظاہر و باطن پر حکم لگانا ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسرا مطلب مراد نہیں ہے۔

وقد قال الشیخ تقی الدین السبکی ان الذی بعث به الخضر شریعة له فالکل شریعة واما نبینا صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فانه امراوّلا ان یحکم بالظاهر دون ما اطلع علیه من الباطن والحقیقة کغالب الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام، ولهذا قال نحن نحکم بالظاهر، وفی لفظ اقضی بالظاهروالله یتولی السرائر وقال انما اقضی بنحوما اسمع فمن قضیت له بحق اٰخر فانما هی قطعة من النار وقال للعباس اما ظاهر ک فکان علینا واما سریرتک فالی وکان یقبل عذر المتخلفین عن غزوة تبوک ویکل سرائرهم الی الله وقال فی تلک المرأةلوکنت راجما احد امن غیر بینة لرجمتها وقال ایضا لولا القراٰن لکان لی ولها شان فهذا کله صریح فی انه انما یحکم بظاهر الشرع بالبینة او الاعتراف دون ما اطلعه الله علیه من بواطن الامور وحقائقهاثم ان الله زاده شرفا واذن له ان یحکم بالباطن وما اطلع علیه من حقائق الامور فجمع له بین ما کان الانبیاء وما کان للخضرخصوصیة خصه بها ولم یجمع الامران لغیره، وقد قال القرطبی فی تفسیره اجمع العلماء عن بکرة ابیهم انه لیس لاحدان یقتل بعلمه الا النبی صلی الله علیه وسلم وشاهد ذٰلک حدیث المصلی والسارق الذین امر بقتلهما فانه اطلع علیٰ باطن امرهما وعلم منهما مایوجب القتل.

شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ حکم جس کے ساتھ خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے وہ ان کی شریعت تھی لہذا یہ سب شریعت ہے۔ اور

ہمارے نبی کریم ﷺ کو ابتداء میں یہ حکم فرمایا گیا کہ ظاہر پر حکم فرمائیں اور اس باطن وحقیقت پر حکم نہ دیں جس کی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر ہے کس طرح کہ اکثر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا معمول تھا۔ اسی بناء پر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ہم تو ظاہر پر حکم دیتے ہیں'' ایک روایت میں اس طرح ہے ''میں تو ظاہری فیصلہ دیتا ہوں باطنی حالات کا خدا عزوجل مالک ہے''۔ اور یہ کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں تو اسی پر فیصلہ دیتا ہوں جیسا کہ میں سنتا ہوں، لہذا میں نے جس کے لئے دوسرے کے حق کا فیصلہ کر دیا تو وہ یہ جان لے کہ وہ آگ کا ٹکڑا ہے''۔ اور یہ کہ حضور پر نور ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: ''جہاں تک تمہارے ظاہر کا تعلق ہے تو وہ ہمارے ذمہ ہے لیکن جو تمہاری باطنی حالت ہے وہ اللہ عزوجل کے ذمہ ہے۔ اور یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ غزوہ تبوک سے رہ جانے والوں کی معذرت قبول فرماتے تھے اور ان کے باطنی حالات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد فرماتے تھے۔ اور یہ کہ نبی کریم ﷺ نے ایک عورت کے بارے میں فرمایا: ''اگر میں بغیر دلیل وشہادت کے کسی کو سنگسار کرتا تو ضرور اس عورت کو سنگسار کرتا''۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ''اگر قرآن نہ ہوتا تو یقیناً میرے لئے اور اس عورت کے لئے کچھ اور ہی معاملہ ہوتا۔ یہ تمام نظائر اور شواہد اس بات کے مظہر ہیں کہ آپ کو دلیل وشہادت یا اعتراف واقرار کے ساتھ ظاہر شریعت پر فیصلہ دینے کا حکم ہوا نہ کہ اس پر جو باطنی امور پر اللہ عزوجل نے آپ کو مطلع فرمایا اور اس کے حقائق آپ پر واضح فرمائے۔ اس کے بعد اللہ عزوجل نے آپ کے شرف کو اور زیادہ فرمایا اور آپ کو اجازت فرمائی کہ آپ باطن پر حکم لگائیں اور جن امور کی حقیقتوں کی آپ کو اطلاع دی گئی ہے اس پر

فیصلہ فرمائیں۔تو اس طرح آپ ان تمام معمولات کے جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے تھے اور اس خصوصیت کے ساتھ جو حضرت خضر علیہ السلام کے لئے اللہ عزوجل نے خاص فرمائے جامع تھے اور یہ امر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور نبی میں جمع نہیں کیا گیا۔اور امام قرطبی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر میں فرمایا علمائکا اس بات پر اجماع ہے کہ کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنے علم کے ساتھ کسی کے قتل کا حکم دے سوائے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے۔اس کی شاہد اس نمازی اور چور والی حدیث ہے جن کے قتل کرنے کا حکم حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیا تھا کیونکہ اللہ تعالٰی نے ان دونوں کے باطنی حالات پر آپ ﷺ کو مطلع فرما دیا تھا اور ان دونوں کے بارے میں آپ کو علم ہو گیا تھا کہ واجب القتل ہیں اگر چہ ان کا قتل کچھ عرصہ بعد واقع ہوا۔

ولو تفطن الذین لم یفھموا الی استشھادی بھٰذین الحدیثین فی اٰخر الباب لعرفوا ان المراد الحکم بالظاھر و الباطن فقط لا شئی اٰخر لا یقولہ مسلم ولا کافر ولا مجانین المارستان، وقد ذکر بعض السلف ان الخضر الی الأن ینفذ الحقیقۃ و ان الذین یموتون فجاءۃ ھو الذی یقتلھم فان صح ذٰلک فھو فی ھذہ الامۃ بطریق النیابۃ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانہ صار من اتباعہ کماان عیسیٰ علیہ السلام لما ینزل یحکم بشریعۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیابۃ عنہ ویصیر من اتباعہ و امتہ اھ۔(الخصائص الکبریٰ، باب ومن خصائصہ انہ جمع بین القبلتین ،مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند،۲/۱۹۱و۱۹۲)

(امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) کاش کہ یہ علماء اعلام اس بات کو سمجھ سکتے جس کو انھوں نے نہیں سمجھا جس کی طرف میں نے آخر باب میں ان دونوں حدیثوں کے ساتھ استشہاد کیا ہے۔ اگر وہ یہ بات سمجھ جاتے تو یقیناً جان لیتے کہ مراد فقط ظاہر اور باطن کے ساتھ حکم فرمانا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ اس کے علاوہ کوئی اور بات نہ مسلمان کہہ سکتا ہے اور نہ کافر نہ مجنون و پاگل۔ بعض اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام اب تک حقیقت کو نافذ کرتے ہیں، اور وہ لوگ جو اچانک مرجاتے ہیں وہ وہی ہوتے ہیں جن کو انھوں نے قتل کیا ہوتا ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو ان کا یہ عمل اس امت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف بطور نیابت ہوگا اور وہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی متبعین میں سے ہوں گے جس طرح کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نازل ہوں گے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے ساتھ آپ کی نیابت میں حکم دیں گے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہوں گے۔

اس نفیس کلام سے یہ ثابت ہوا کہ عامہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو صرف ظاہر شرع عمل کا اذن ہوتا ہے اور سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے علم مغیبات پر عمل کرنا کا حکم ہے لہذا انہوں نے نا سمجھ بچہ کو بے کسی جرم ظاہر کے قتل کردیا اور یہ کہ اب جو ناگہانی موت سے مرجاتے ہیں انہیں بھی وہی قتل فرماتے ہیں، اور ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہر شرع اور اپنے علم دونوں پر عمل وحکم کا رب عزوجل نے اختیار دیا ہے۔ اور امام قرطبی نے اجماع علماء نقل فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار ہے کہ محض اپنے علم کی بناء پر قتل کا حکم فرمادیں اگرچہ گواہ شاہد کچھ نہ ہو، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دوسرے کو یہ اختیار نہیں، تو اگر اس نماز والے یا اس چور یا اس شخص کو جس پر عورت نے دھوکے سے تہمت رکھی تھی قتل کا حکم فرمادیں تو یقیناً وہ حضور کے علوم غیب ہی پر مبنی ہے نہ کہ ان کا نافی۔ کیوں وہابیو!

اب تو اپنی اوندھی مت پر مطلع ہوئے۔ فانی تو فکون (تو تم کہاں اوندھے جاتے ہو)

مسلمانو! وہابیہ کے مطلب پر بھی غور کیا؟ حکم کے دو ہی معنے ہوتے ہیں یا ظاہر شرع یا باطنی علوم غیب، ظاہر ہے کہ یہاں ظاہر کی رو سے تو اصلاً حکم رجم کی گنجائش نہ تھی، نہ ملزم کا اقرار، نہ اصلاً کوئی گواہ، صرف مدعی کا غلط دعویٰ سن کر مسلمان کے قتل کا حکم فرمادیں، نبی کی شان تو ارفع اعلیٰ ہے، آج کل کا کوئی عالم، نہ عالم کوئی جاہل حاکم ہی ایسا حکم کر بیٹھے تو ہر عاقل اسے یا سخت جاہل یا پکا ظالم کہے تو حدیث صحیح مان کر راہ نہ تھی مگر اسی طرف کہ حضور علیہ السلام نے بربنائے تہمت ہرگز یہ حکم نہ دیا بلکہ اپنے علوم غیب سے جانا کہ یہ شخص قابل رجم ہے اس بناء پر حکم رجم فرمایا، اسے وہابیہ مانتے نہیں بلکہ بزعم خود اسی کے ابطال کو یہ حدیث لائے ہیں، تو اب سمجھ لیجئے کہ ان کا مطلب کیا ہوا اور انہوں نے تمہارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسا بھاری الزام قائم کیا، کیوں نہ ہو عداوت کا یہی مقتضی ہے:

قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفی صدورهم اکبره قد بینا لکم الأیت ان کنتم تعقلون (القرآن الکریم، ۱۱۸/۳) والذین یؤذون رسول الله لهم عذاب الیم (القرآن الکریم، ۶۱/۹) رب اعوذ بک من همزات الشیٰطن واعوذ بک رب ان یحضرون (القرآن الکریم، ۹۷/۲۳و۹۸) وصلی الله تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد واله وصحبه اجمعین واخر دعونا ان الحمد لله رب العالمین والله سبحنه وتعالیٰ اعلم و علمه جل مجده اتم واحکم

بیر ان کی باتوں سے جھلک اٹھا اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں بڑا ہے، ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سنادیں اگر تمہیں عقل ہو۔ اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اے میرے رب تیری پناہ شیطانوں کے وسوسوں سے اور میرے رب تیری پناہ کے وہ میرے پاس آئیں۔ اور اللہ درود نازل فرمائے ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر، آپ کی آل اور آپ کے تمام

صحابہ پر۔ اور ہماری دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ سب خوبیوں سراہا اللہ جو رب ہے سارے جہان کا۔ اور اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اور اس کا علم اتم واحکم ہے۔

﴿ختم شد﴾